© rasailojaraid.com

پروفیسر محمد اسلم لاہور

قسط ۳

علی گڑھ میں چند روز

میں اگرچہ رات بھر سفر کے بعد تکان محسوس کر رہا تھا لیکن علی گڑھ آتے ہی خود کو تازہ دم محسوس کرنے لگا۔

ان دنوں مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی جنوبی افریقہ گئے ہوئے تھے۔ اس لئے گھر میں میری کوئی مصروفیت نہ تھی۔ میں ناشتہ کے بعد قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی، سابق صدر شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ملنے ان کی قیام گاہ۔ اللہ والی کوٹھی، پہنچا۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ موصوف مظاہر العلوم سہارنپور گئے ہوئے ہیں ان کی ایک صاحب زادی "عہد مغلیہ میں قادریہ سلسلہ کا عروج" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کے لئے مقالہ لکھ رہی تھیں۔ مجھے دراصل اسی بچی سے کام تھا۔ انہوں نے میرے ذریعے پاکستان سے سلطان باہو اور بلھے شاہ کے کلام کے اردو تراجم منگوائے تھے، میں نے وہ ان کے حوالے کئے۔

اگلے روز قاضی صاحب بھی علی گڑھ لوٹ آئے۔ موصوف ان دنوں "عیون العرفان فی علوم القرآن" کے عنوان سے ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھے اس کا مسودہ دکھایا۔ تو میں نے عرض کیا کہ مولانا محمد حنیف ندوی نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ قاضی صاحب کی فرمائش پر میں نے لاہور آتے ہی یہ کتاب انہیں بھیج دی۔

قاضی صاحب کے والد بزرگوار قاضی عزیز احمد بلگرامی برطانوی دور میں ایک بڑے اونچے منصب پر فائز تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد موصوف مسلم یونیورسٹی کے اعزازی خازن بنے۔ اور تازیست اس ذمہ داری کو نبھاتے رہے۔ انہوں نے دوران ملازمت تقسیم ہند کا منصوبہ پیش کیا تھا لیکن سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے اپنے نام کی بجائے اپنے بھائی عبدالقدیر بلگرامی کے نام سے ۱۹۲۰ء میں بدایوں کے مشہور اخبار ذوالقرنین میں "ایک کھلا خط گاندھی جی کے نام" کے عنوان سے چھپوایا تھا۔ اس خط میں انہوں نے آبادی کی اکثریت کے لحاظ سے ضلعوں کی تقسیم کی تجویز پیش کی تھی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ریڈکلف نے ۱۹۴۷ء میں جو ایوارڈ دیا تھا۔ وہ اس منصوبہ کے قریب تر تھا۔

قاضی صاحب سے میری متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ جہانگیر نے اپنی تزک میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے بارے میں لکھا ہے۔ "صحبتش بے ذوق نیست" یہ ریمارک قاضی صاحب پر بھی راس آتا ہے۔

میں اللہ والی کوٹھی سے نکلا تو اتفاقاً پروفیسر اسلوب احمد انصاری مل گئے۔ موصوف مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے شعبۂ انگریزی کے سربراہ ہیں۔ ان کا شمار یونیورسٹی کے چوٹی کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ انگریزی زبان وادب کے استاد ہو کر بھی موصوف ہمیشہ شیروانی اور چوڑی دار پاجامہ پہنتے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے بزرگوں کی قرابت داری سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے تھی اور ان کی اہلیہ محترمہ کا نسبی تعلق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے ہے۔

پروفیسر اسلوب احمد کا شمار اردو ادب کے بہترین نقادوں میں ہوتا ہے۔ وہ علی گڑھ سے "نقد ونظر" کے نام سے ایک ششماہی ادبی اور تنقیدی مجلہ بھی شائع کرتے ہیں۔ اس مجلہ کا سرورق ہمیشہ سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ رنگ میں تنوع پیدا کیجئے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا "نہیں صاحب! اس کا رنگ سبز ہی رہے گا"۔ اس جواب سے ان کے اسلامی ذہن کی عکاسی ہوتی ہے۔ اسلوب صاحب نے مجھے نقد ونظر کے چند پرچے مرحمت فرمائے اور گرما گرم کافی سے تواضع کی۔

پروفیسر اسلوب احمد صاحب سے میں نے پروفیسر مختار الدین احمد آرزو، صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نئے مکان کا ایڈریس لیا اور رکشا میں سوار ہو کر وہاں پہنچا۔ میں جس وقت وہاں پہنچا، اتفاق دیکھئے کہ پروفیسر نذیر احمد صاحب سابق صدر شعبہ فارسی، آرزو صاحب کے دروازے پر دستک دے رہے تھے میں ان کا دیرینہ نیاز مند ہوں۔ میری اہلیہ کو ان سے تلمذ ہے۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے کہ بڑے اچھے موقع پر آیا ہوں۔ آج دوپہر کو ان کے ہاں ایک کلکتوی دوست کے اعزاز میں لنچ ہے اور موصوف آرزو صاحب کو دعوت دینے آئے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے مجھے بھی کھانے پر بلایا۔

آرزو صاحب سے میری پرانی دوستی ہے۔ موصوف مولانا اکبرآبادی صاحب کے بڑے مخلص دوست ہیں۔ آرزو صاحب کو علامہ عبدالعزیز میمن مرحوم سے تلمذ ہے۔ آرزو صاحب کے والد بزرگوار مولانا ظفر الدین بہاری مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔ انہوں نے حنفی فقہ پر "صحیح بہاری" کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔

آرزو صاحب علمی وادبی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں اور غالب پر سند سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے الحماسہ پر تحقیقی مقالہ لکھ کر آکسفورڈ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی تھی۔ ان کا ذاتی کتاب خانہ قابل دید ہے۔

میں دوپہر کے وقت دوبارہ ان کے ہاں گیا اور ان کے ساتھ ہی پروفیسر نذیر احمد صاحب کے ہاں گیا۔ وہاں اتفاقاً اکبر علی خاں عرشی زادہ سے ملاقات ہو گئی۔ وہ رضا لائبریری رام پور کے لائبریرین ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میں تین روز میں رام پور جانے والا ہوں۔ ان کی لائبریری میں حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف بہ حضرت ایشاں لاہوریؒ کے ملفوظات "مرآۃ طیبہ" کا ایک قلمی نسخہ محفوظ ہے۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ عرشی زادہ نے فرمایا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ میں جس روز بھی رام پور پہنچوں گا۔ اسی روز موصوف وہ نسخہ مجھے دکھا دیں گے۔

کھانے پر کئی اصحاب سے ملاقات ہوئی۔ ان میں سے کئی حضرات کے ساتھ میرا پہلے سے تعارف نہ تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں گھر واپس آیا اور شام کو دوبارہ احباب سے ملنے نکلا۔

مولانا اکبر آبادی کے مکان سے اندازاً دو فرلانگ کے فاصلہ پر انوار الہدیٰ کمپاؤنڈ میں ایک مسجد ہے جہاں میں علی گڑھ میں قیام کے دوران نماز مغرب و عصر کے لئے جایا کرتا ہوں۔ اس مسجد سے ملحق انصاری لاج میں ڈاکٹر اقبال انصاری صدر شعبۂ اسلامیات رہتے ہیں۔ میں جب بھی علی گڑھ جاؤں موصوف ایک صبح ناشتہ پر ضرور بلاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا نسبی تعلق سہالی کے اس انصاری خاندان کے ساتھ ہے جس میں مولانا نظام الدین بانیٔ درس نظامی۔ مولانا محمد رضا۔ مولانا عبد العلی بحر العلوم۔ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسی نامور ہستیاں پیدا ہوئیں۔

موصوف ندوۃ العلماء میں مولوی عبدالحق صاحب پروپرائٹر مکتبہ علمیہ لاہور کے ہم سبق رہے ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں اور مختلف کانفرنسوں میں علمی مقالے بھی پڑھتے ہیں۔

اس مسجد سے جانب شمال تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر مولانا تقی امینی صاحب رہتے ہیں۔ موصوف کی تصانیف میں سے "اسلام کا زرعی نظام" اور "فقہی مسائل میں حالات اور زمانے کی رعایت" خاص طور پر مشہور رہیں۔ ان کا شمار تجدد پسند علماء میں ہوتا ہے۔

میں نے ایک بار "امینی" کے بارے میں ان سے دریافت کیا کہ یہ کس بزرگ کی طرف نسبت رکھتے ہیں؟ موصوف بے اختیار ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ ان کا تعلق موضع سبیحہ ضلع بارہ بنکی سے ہے۔ وہ پہلے پہل اپنے نام کے ساتھ بارہ بنکوی لکھا کرتے تھے۔ ایک بار ان کے کسی دوست نے ناک بھوں چڑھایا تو انہوں نے اسے ترک کر دیا۔ اسی زمانے میں انہوں نے "اسلام کا زرعی نظام" لکھی۔ وہ چونکہ زمین کو کاشت کار کے پاس امانت سمجھتے ہیں اس لئے ان کے احباب انہیں "امینی" کہنے لگے۔

میں امینی صاحب سے ملنے گیا تو انہوں نے اپنی بچی کو چائے تیار کرنے کو کہا۔ میں نے کہا "مولانا جانے دیجئے۔ میں ابھی تھوڑی دیر پہلے گھر سے چائے پی کر نکلا ہوں"۔ امینی صاحب مولانا اکبر آبادی کے قریبی دوستوں میں سے ہیں اس تعلق کی بنا پر کہنے لگے "بھئی! یہ دامادوں کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے اس لئے چائے تو ضرور چلے گی"۔

امینی صاحب سے مل کر میں گھر واپس آیا۔ مغرب کے بعد مولانا اکبر آبادی کے بھانجے مجتبیٰ احمد علوی تشریف لے آئے۔ علوی صاحب شعبۂ تاریخ میں استاد ہیں۔ اور انہوں نے میر فتح اللہ شیرازی اور جہانگیر کے ذوق مصوری پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انگریزی زبان میں دو بلند پایہ کتابیں لکھی ہیں جنہیں ایک سرکاری ادارے نے بڑے اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے۔ ان کے ساتھ تاریخ کے موضوع پر دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔

اگلی صبح میں فیکلٹی آف تھیالوجی دیکھنے گیا۔ ایک ہی عمارت میں سنی دینیات اور شیعہ دینیات کے شعبے ہیں شیعہ دینیات کے شعبہ سے سید علی نقی المعروف بہ نقن صاحب اور مجتبیٰ حسن کاموں پوری جیسے نامور عالم وابستہ رہ چکے ہیں۔ سنی دینیات کے شعبہ میں مولانا ابوبکر شیث، مولانا سلیمان اشرف، نواب صدر یار جنگ بہادر (مولانا حبیب الرحمان شروانی) مولانا سعید احمد اکبر آبادی، قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے داماد مولانا عبید اللہ انصاری جیسے بزرگوں کا تعلق رہا ہے۔ اسی عمارت کے ایک کمرہ میں مولانا طفیل احمد منگلوری رہا کرتے تھے اور انہوں نے یہیں "مسلمانوں کا روشن مستقبل" لکھی تھی۔

ان دنوں ڈاکٹر فضل الرحمان گنوری اس شعبہ کے صدر ہیں۔ انہوں نے کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت کے عنوان سے ایک بڑی معرکہ آرا کتاب لکھی ہے جس میں مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری مرحوم کے ساتھ بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے

اسی شعبہ میں ڈاکٹر قاری رضوان اللہ بھی پڑھاتے ہیں۔ انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے مولانا انور شاہ کشمیریؒ پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ہے۔ اس کے علاوہ جامعہ ازہر سے بھی ڈاکٹریٹ کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال حسن خان بھی اسی شعبہ سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے حضرت شیخ الہندؒ پر تحقیقی مقالہ لکھا تھا۔ یہ مقالہ علی گڑھ یونیورسٹی سے چھپ چکا ہے۔

ڈاکٹر عبدالحلیم خان بھی اسی شعبہ سے متعلق ہیں۔ انہوں نے جمال الدین اسنویؒ کی طبقات الشافعیہ پر تحقیقی کام کیا تھا۔ ان کے پاس سنن ابی داؤد کا ایک ایسا مطبوعہ نسخہ بھی ہے جس پر حضرت شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادیؒ نے شنگرف کے ساتھ اعراب لگائے تھے اور آخر میں اپنا نام "فضل رحمن ملانوی" تحریر فرمایا ہے (ملانواں ایک قصبے کا نام ہے جو ان کی جائے ولادت تھی) میں نے ڈاکٹر صاحب سے اس صفحے کا عکس لے لیا ہے۔

اس شعبہ میں ایک نئے استاد ڈاکٹر معظم علی خان کا اضافہ ہوا ہے۔ انہوں نے شاہ اسمٰعیل شہید پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی سند لی ہے۔ ان تمام اساتذہ کو مولانا سعید احمد اکبر آبادی سے تلمذ ہے۔ اس لئے میرا بڑا خیال رکھتے ہیں۔

شعبہ دینیات کے اساتذہ سے مل کر میں ظہور وارڈ پہنچا۔ وہیں ڈاکٹر اقبال انصاری کے دفتر میں ڈاکٹر اکمل ایوبی صاحب ملے۔ موصوف یونیورسٹی میں ترکی زبان کے استاد ہیں۔ انہوں نے مغل بادشاہ بابر کی ایک منظوم تصنیف رسالہ والدیہ کو بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔ یہ دراصل حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار کی نثر میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تصنیف تھی۔ بابر ایک بار بیمار ہوا تو اس نے منت مانی کہ اگر وہ صحت یاب ہو گیا تو اس رسالہ کا منظوم ترجمہ کرے گا صحت یابی کے بعد اس نے اپنی منت پوری کی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ رسالہ مجھے عنایت فرمایا۔

ظہور وارڈ ہی میں عربی کا شعبہ ہے۔ اس شعبہ سے نواب ریاض الرحمٰن خان شروانی بھی وابستہ ہیں۔ موصوف نواب عبید الرحمٰن شروانی کے صاحبزادے اور نواب صدر یار جنگ بہادر کے پوتے ہیں۔ میں نے ایک زمانے میں ان سے عربی پڑھی تھی۔ ان کی خدمت میں بھی حاضری دی اور اگلے روز حبیب منزل میں ان کے والد بزرگوار کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ نواب عبید الرحمٰن خان شروانی کی عمر پچاسی چھیاسی برس ہے۔ انہوں نے نواب محسن الملک اور وقار الملک کا دور دیکھا ہوا ہے اور ان کے بارے میں بڑی نادر معلومات رکھتے ہیں۔ موصوف دیوبند کی مجلس شوریٰ کے بھی رکن ہیں۔ ضعف اور بڑھاپے کے باوجود بڑی باقاعدگی کے ساتھ شوریٰ کے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔

موصوف مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ ابھی کل ہی میرا ذکر ان کی مجلس میں ہوا تھا۔ وہ یوں کہ ڈاکٹر رضا اللہ انصاری، استاد طبیعیات، ان سے "طبقات شاہجہانی" کی مائیکرو فلم بنوانے کی اجازت لینے آئے تھے۔ یہ فلم مجھے درکار تھی۔ انہوں نے اجازت دے دی۔

نواب صدر یار جنگ بہادر نے اپنا شہرۂ آفاق "کتاب خانہ حبیب گنج" اپنی وفات کے وقت مسلم یونیورسٹی کو دے دیا تھا۔ اگر اس مجموعۂ کتب سے کسی قلمی کتاب کی نقل یا عکس لینا ہو تو قواعد کی رو سے اس کی اجازت ان کے ورثا سے لینی ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ مجھے مطلوبہ مائیکرو فلم مل گئی اور لاہور آکر میں نے اس کے پرنٹس بنوا لیے۔ اس گراں قدر تصنیف میں شاہجہانی عہد کے علماء، مشائخ اور اہلِ کمال کے سوانح درج ہیں۔

نواب صاحب بڑی دیر تک ان مشاہیر کا ذکر فرماتے رہے جنہیں انہوں نے اپنے بچپن میں دیکھا تھا۔ کاش موصوف اپنی یادداشت مرتب کر لیں تو ان بزرگوں کی سیرت و کردار کے بہت سے نئے گوشے ہمارے سامنے آجائیں۔

واپسی پر دھوپ بڑی تیز تھی۔ اس لئے میں دوپہر کا کھانا کھا کر سو رہا۔ شام کو کئی احباب گھر پر ملنے آگئے اس لئے کہیں باہر جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

اگلے روز صبح میں ناشتہ سے فارغ ہو کر شعبۂ تاریخ پہنچا۔ صدر شعبہ پروفیسر خلیق احمد نظامی دفتر میں موجود نہ تھے۔ میرے استفسار پر ان کے سٹینو گرافر نے بتایا کہ موصوف گیسٹ ہاؤس گئے ہوئے ہیں۔ میں فوراً گیسٹ ہاؤس پہنچا۔ وہاں پروفیسر کشوری سرن لال مقیم تھے۔ انہوں نے خلجی خاندان کی تاریخ بڑے عالمانہ رنگ میں لکھی ہے۔ وہ ان دنوں جودھپور یونیورسٹی میں صدر شعبۂ تاریخ تھے۔ نظامی صاحب ان ہی کے پاس بیٹھے ہوئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ مجھے نظامی صاحب سے شرفِ تلمذ بھی ہے۔ انہوں نے بڑے پیار سے میرا تعارف اپنے معزز مہمان سے کرایا۔ اسی صحبت میں یہ معلوم ہوا کہ کشوری سرن لال جھنگ کے باشندے تھے اور تقسیم ملک کے بعد بھارت چلے گئے۔

نظامی صاحب سے اسی شام ان کے گھر پر دوبارہ ملاقات ہوئی۔ ان کی تصانیف میں شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، تاریخ مشائخ چشت، لائف اینڈ ٹائمز آف بابا فریدالدین مسعود اور حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی خاص طور پر مشہور ہیں۔ نظامی صاحب کچھ مدت تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر بھی رہ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ شام میں بھارت کے سفیر کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں۔ اردو، انگریزی اور فارسی پر انہیں یکساں قدرت حاصل ہے۔

نظامی صاحب کا کتاب خانہ قابلِ دید ہے۔ تصوف کے موضوع پر شاید ہی اتنی کتابیں کسی ذاتی لائبریری میں ہوں گی۔ ان کے بچے اور بچیاں بھی ان کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ ایک بیٹا آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم پا رہا ہے۔ ایک صاحب زادی شعبۂ تاریخ میں پڑھا رہی ہیں اور انہوں نے ابوالفضل کے بارے میں انگریزی میں ایک کتابچہ تحریر کیا ہے اور مآثرِ جہانگیری کو بڑی محنت کے ساتھ مرتب کر کے چھاپا ہے۔ نظامی صاحب کے داماد بھی اسی شعبہ سے منسلک ہیں اور وہ دکن کی تاریخ پر سند مانے جاتے ہیں۔

شعبۂ تاریخ کے اساتذہ میں پروفیسر اقتدار حسین صدیقی نے تحقیق کے میدان میں بڑا نام پایا ہے۔ انہوں نے شہاب الدین العمری کی مسالک الابصار کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور افغانوں کی تاریخ پر ایک بڑی اچھی کتاب لکھی ہے جو علی گڑھ کے علاوہ لاہور سے بھی طبع ہو چکی ہے۔ ان کے مضامین بھارت کے علمی جرائد میں چھپتے رہتے ہیں۔

صدیقی صاحب ذہنی اعتبار سے میرے بڑے قریب ہیں۔ ہم مضامین اور تصانیف کا تبادلہ کرتے رہتے ہیں میں جب بھی علی گڑھ جاتا ہوں تو موصوف بڑے اہتمام کے ساتھ کسی بڑے ہوٹل میں لے جا کر کھانا کھلاتے ہیں۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا شعبۂ تاریخ ایک مثالی شعبہ ہے۔ اس شعبہ میں ۴۹ اساتذہ درس و تدریس اور تحقیق و تدقیق میں مصروف ہیں۔ شعبہ کی اپنی لائبریری میں سات صد سے زائد ایسے مخطوطات کی مائیکرو فلم موجود ہیں جن کا مسلم ہندوستان سے کسی بھی طالب علم یا استاد کو مواد کی تلاش میں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نظامی صاحب فرمانے لگے کہ یہ کام آپ کے ہاں ہونا چاہیے تھا۔ پاکستان میں مسلم ہندوستان کے بارے میں تمام مواد موجود ہوتا اور ایک ٹیم اس پر کام کرتی۔ لیکن آپ لوگوں نے یہ کام بھی بھارتیوں کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

شعبۂ تاریخ میں پروفیسر عرفان حبیب بھی مانے ہوئے محقق ہیں۔ مجھے ان سے بھی تلمذ ہے۔ موصوف پر ان دنوں اشتراکیت کا غلبہ ہے۔ اس لیے اسلامی موضوعات پر لکھنے والوں کے خلاف رہتے ہیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور راقم الحروف کے خلاف تین پمفلٹ شائع کر چکے ہیں۔ میں حسب معمول ان سے ملا اور چین کا ساختہ ایک قلم ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے تحفہ قبول کرنے سے انکار کیا جب میں نے کہا کہ یہ قلم چین کا بنا ہوا ہے تو انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا (موصوف چینی برانڈ کے اشتراکی ہیں)

عرفان حبیب صاحب عہد مغلیہ میں انتظام حکومت کے موضوع پر سند ملنے جاتے ہیں انہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

اس شعبہ کے اساتذہ میں ڈاکٹر ضمیر الدین صدیقی۔ ڈاکٹر محمد عمر۔ ڈاکٹر اقبال حسین اور ڈاکٹر محمود علی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر محمد عمر صاحب کا بیشتر وقت جامعہ ملیہ دہلی میں درس و تدریس میں گذرا ہے۔ اب کچھ عرصہ سے علی گڑھ آ گئے ہیں۔ ہندوستان میں اسلامی تہذیب پر ہندو اثرات' ان کا خاص موضوع ہے۔ اس موضوع پر ان کے بہت سے مقالے ماہنامہ برہان دہلی میں چھپ چکے ہیں۔ موصوف نے ان مقالات کو کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے اس کتاب کو شیخ محمد اشرف مرحوم (تاجر کتب) نے دیکھ کر مجھ سے کہا تھا کہ وہ اس کتاب کو پاکستان میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ اسے پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم' روپے میں پندرہ آنے' ہندوانہ عقائد اور بودوباش رکھتے ہیں۔

شعبہ تاریخ کی توسیع و ترقی میں پروفیسر محمد حبیب مرحوم اور پروفیسر شیخ عبدالرشید صاحب حال مقیم کراچی کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس وقت شعبہ کے اکثر و بیشتر اساتذہ ان دونوں بزرگوں کے شاگرد ہیں۔

پروفیسر محمد حبیب مرحوم کی خدمت میں مجھے نیاز حاصل تھا۔ ان کے انگریزی مقالات پروفیسر خلیق احمد نظامی نے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کئے ہیں۔ انہوں نے زیادہ کام انگریزی زبان میں کیا تھا۔ اردو میں ان کی صرف حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے بارے میں ایک تصنیف ہے۔ جسے شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی نے " نظام فنڈ " کی مدد سے شائع کیا ہے۔

پروفیسر شیخ عبدالرشید صاحب برعظیم پاک و ہند کے مسلم دور کی تاریخ پر سند مانے جاتے ہیں۔ انہوں نے ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی، سلطان فیروز شاہ تغلق کی خود نوشت " فتوحات فیروز شاہی " اور بابر نامہ جیسی کتابیں مرتب کر کے چھاپی ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے حضرت علی ہجویریؒ کے بارے میں ایک کتاب لکھی تھی جو اردو، فارسی، انگریزی اور ترکی زبانوں میں طبع ہو چکی ہے۔ انگریزی زبان میں نواب نجیب الدولہ کے بارے میں انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی جو اب نایاب ہے۔

اسی شام کو میری درخواست پر آرزو صاحب نے مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے پوتے اسد اللہ صاحب کو میرے ہاں بھیج دیا۔ میں ان کی معیت میں شہر کے سب سے بڑے قبرستان۔ شاہ جمال میں ان کے جد امجد کی قبر پر حاضر

(باقی ص ۶۱ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حافظ محمد ابراہیم فانی

قطراتُ الدّم وعبراتُ الحزن

القصیدة فی رثاء منتظم العصر الشیخ العلامہ عبدالحلیم صدرالمدرسین
بدارالعلوم الحقانیہ اکوڑہ خٹک سابقاً نوراللہ مرقدہ

نعى النّاعون شيخنا ذا وقار — عليما فاضلا درّ البحار
مفسّر وقته برهان ربّه — محبّ نبيّه بالافتخار
محدّث عصره في الفقه اجلى — نظير الترمذي ثان البخاري
يتيمة دهره بالفضل احدى — فواجر كاننا من بدر ساري
حنيفة قرنه حقّا وحقّا — نجيما ثمّ همّاما وقاري
امين رموز محمود وقاسم — حفيظ كنوز انوار المنار
فريدا في التكلّم والتفلسف — وحيدا في الاصول بلا انكار
لبيبا جرم ورع نسيج لطف — رفيقا بالكبار وبالصّغار
شجيعا بارعا حرّا خطيبا — وفي اقواله فوح العرار
كريم النّفس ليس له مثيل — وسيع الحلم معدوم النّظار
كثير الخير حقّا طور جود — وعين فيوضه في البرّ جار
صبورا في الحوادث والبلايا — شكورا في العطايا واليسار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَقَدْنَا مَعْدَنَ الْخَيْرَاتِ فَضْلًا — فَوَا اَسَفًا عَلٰى هٰذَا الْخَسَارِ
صَدِيْقُ الصِّدْقِ فِيْ كُلِّ الْاُمُوْرِ — لِعَبْدِ الْحَقِّ حِبْرٍ ذِيْ نِضَارِ
اَعِدْ اَذْكَارَهُ يَا سَاهِرَ اللَّيْلِ — وَكَرِّرْ وَصْفَهُ يَا خَيْرَ جَارِ
اَلَا قَدْ رَاحَ مِنَّا جِسْمُ زُهْدٍ — اَلَا قَدْ ضَاعَ تَذْكَارُ الْكِبَارِ
اَلَا قَدْ غَاضَ مِنَّا بَحْرُ عِلْمٍ — شَفِيْقٌ مُشْفِقٌ طَوْدُ الْوَقَارِ
اَلَا قَدْ مَاتَ شَهْمٌ ثُمَّ حِبْرٌ — نَبِيْلٌ مَاجِدٌ صَدْرُ الْخِيَارِ
اَلَا قَدْ فَاتَ فَيْلَسُوْفُ وَقْتٍ — اَدِيْبٌ كَامِلٌ يُدْرِيْهِ دَارِ
اَلَا قَدْ غَابَ مِنَّا بَدْرُ فَضْلٍ — وَشَمْسٌ كُوِّرَتْ نِصْفَ النَّهَارِ
اَلَا قَدْ ذَابَ اَفْئِدَةُ الْفُحُوْلِ — فَهَلْ لِلْجُرْحِ هٰذَا مِنْ جُبَارِ
اَلَا قَدْ طَالَ لَيْلِيْ بِالْفِرَاقِ — فَكَيْفَ سَكِيْنَتِيْ بِالْاِضْطِبَارِ
اَلَا قَدْ سَالَ عَيْنِيْ بِالدُّمُوْعِ — وَفِيْ قَلْبِيْ اَنِيْنٌ بِالْجِهَارِ
فَفِي الْاَطْرَافِ قَلَقٌ ثُمَّ حُزْنٌ — وَكَيْفَ الْخَوْفُ بِالْاَكْتَافِ طَارِيْ
تَرَحَّمْ اَيُّهَا الْمَوْلٰى بِرُوْحِهٖ — بِجَاهِ نَبِيِّنَا خَيْرِ الْخِيَارِ
وَعَامِلْهُ وَجَامِلْهُ بِلُطْفٍ — وَاَكْرِمْ نُزْلَهُ فِيْ خَيْرِ دَارِ
اِلٰهِيْ اَعْطِهٖ جَنَّاتِ عَدْنٍ — وَقَدِّسْ سِرَّهُ يَا رَبِّ بَارِ

اِلٰهِيْ وَفِّقِ الصَّبْرَ لِفَانٍ
يَتِيْمٍ مُسْتَغِيْثٍ ذِيْ عِثَارِ

© rasailojaraid.com